ڈاکٹر عبدالغفور بلوچ

ایسوسی ایٹ پروفیسر

شعبہ علومِ اسلامی، وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی

عبدالرحمٰن یوسف خان

شعبہ عربی

وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی

عربی ادب میں متنبّی کا مقام

Dr. Abdul Ghafoor Baloch
Associate Prof.
Department of Islamic Studies
Federal Urdu University, Karachi.
Abdul Rehman Yousaf Khan
Department of Arabic
Federal Urdu University, Karachi.

The Stature of Mutanabbi in Arabic Literature

Mutanabbi has very skilfully assimilated philosophical thoughts in his work, On the one hand his work is within the grasp of a common man, on the other, it has depth and material for the intellectuals. One distinct quality of his work is that he has refrained from unnecessary exaggeration; he has written in such a way that a common man can also enjoy and understand his works, He has given great importance to romanticisms which makes his work masterpiece in Arabic poetry.

شعراء عرب کو چار طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے۔

جاہلین: یہ وہ شعراء ہیں جنہوں نے زمانہ اسلام نہیں پایا اور عصر جاہلیت میں ہی چل بسے۔ جیسے امراؤ القیس وغیرہ۔

مخضرمین: یہ وہ طبقہ ہے جس میں عصر جاہلیت کے بعد نہ صرف یہ کہ اسلام پایا بلکہ مسلمان بھی ہوئے۔ جیسے حسان اور لبید وغیرہ۔

اسلامیین: یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام کے صدر اول میں گزرے ہیں۔ جیسے فرزدق اور جریر۔

مؤلدین: یہ بعد کے حضرات ہیں، جیسے ابو تمام وغیرہ

متنبّی کا تعلق مؤخرالذکر طبقہ سے ہے۔[1]

متنبّی کی حیات اور وجہ تسمیہ

متنبّی کا نام احمد بن الحسین بن عبدالجبار الجعفی الکندی الکوفی[2] یا احمد بن الحسین بن مرۃ بن عبدالجبار الجعفی[3] یا احمد بن الحسین بن حسن بن عبدالصمد[4] یا احمد بن محمد ۔۔ ہے۔[5] ابوطیب اس کی کنیت ہے اور متنبی لقب ہے۔

احمد بن حسین دنیائے ادب میں صرف متنبی کے نام سے مشہور ہے۔ جس کو اس نے نہ کبھی استعمال کیا اور نہ کہیں اپنا تعارف کراتے ہوئے اس نے اپنے کو متنبّی کہا لیکن اصل نام کے بجائے دوسروں کے زبردستی دیئے ہوئے اس خطاب سے آج عربی شاعری کا ایک قادر الکلام، پرگو، عظیم المرتبت استاد اور قدرآور شاعر مشہور ہے۔

ابوطیب احمد بن حسین متنبّی کوفہ میں ندار والدین کے ہاں پیدا ہوا۔ اس کا باپ کوفہ میں بہشتی کا کام کرتا تھا، ابھی وہ چھوٹا ہی تھ کہ اس کا باپ دیہات سے نکل کر شہری زندگی گزارنے کے لیے سفر کر کے شام منتقل ہوگیا۔ وہ اپنے بچے کو مدارس میں بھیجتا رہا اور مختلف قبائل میں اس کی آمدورفت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ہونہار بچہ کے آثار وقرائن بتا رہے تھے کہ یہ فاضل بنے گا اور کامیاب زندگی گزارے گا۔ جب باپ کی وفات ہوئی تو وہ جوانی میں قدم رکھ رہا تھا اور علوم لغت و ادب سے خاص دلچسپی پیدا کر چکا تھا، چنانچہ اب وہ روزی کمانے اور مجد دسروری سے ہمکنار ہونے کے لئے سفر کرنے لگا۔[6]

بچپن ہی سے متنبی سبک روح، عالی ہمت، بلند حوصلہ اور مجد و سروری کی طرف مائل تھا۔ بڑا بننے ہی کا شوق تھا، جس نے اسے نوجوانی اور ناتجربہ کاری کی عمر میں لوگوں سے اپنی خلافت کی بعیت پر ابھارا[7] اور بعیت کا معاملہ پورا ہوا ہی چاہتا تھا کہ علاقہ کے گورنر کو اس سازش کی اطلاع مل گئی اور اس نے اسے قید کرنے کا حکم دے دیا۔ جیل خانہ سے اس نے گورنر کو ایک قصیدہ بھیجا جس میں کہتا ہے:[8]

امالك رقى ومن شانه هبات اللجين وعتق العبيد

دعوتك عند القطاع الرجا ء والموت منى كحبل الوريد

دعوتك لما برانى البلى و اوهن رجلى نقل الحديد

تعجل فى وجوب الحدود وحدى قبل وجواب السجود[9]

اے میرے آقا! جس کا کام ہی دولت بخشنا اور غلاموں کو آزاد کرنا ہے، میں آپ سے اُمید منقطع ہوچکنے اور اپنا گلا موت کے ہاتھ میں پہنچ جانے کے وقت کی درخواست کرتا ہوں، اس وقت میں آپ سے مدد کا خواہاں ہوں جب کہ میری حالت خستہ ہوچکی ہے اور میری ٹانگوں کو بیڑیوں کے بوجھ نے کمزور کردیا ہے، ابھی سے مجھ پر حدود قائم کی جارہی ہیں حالاں کہ ابھی تو مجھ پر

نماز بھی فرض نہیں ہوئی ہے۔[۱۰]

متنبّی کی وجہ تسمیہ کے متعلق مختلف اقوال منقول ہیں جن میں سے ایک تو مشہور ہے کہ ابوالطیب نے نبوت کا دعویٰ کیا جس سے بعد میں تائب ہوا اس لئے متنبّی کے لقب سے ملقب ہوا۔[۱۱]

پھر وہ اپنی بلند آرزوؤں سے بھی دُور کے سفر کرنے لگا اور اور ان سفروں میں اس کے پاس صبر وثبات، عزم و ہمت کے سوا اور کوئی زادراہ نہ ہوتا جیسا کہ اس کے متعدد اشعار سے معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً

وحيد من الخلان فى كل بلدة

اذا عظم المطلوب قل المساعد [۱۲]

وہ ہر شہر میں دوستوں کے بغیر تن تنہا ہے۔ جب مقصود عظیم ہوتا تو مددگار کم ہوجاتے ہیں۔ نیز

ضاق صدری و طال فی طلب الرزق قيامی وقل عنه قعودی

ابدا اقطع الباد ونجمی فی نحوس وهمتی فی سعود [۱۳]

میں دل برداشتہ ہوگیا ہوں، طلب معاش میں ہر دم مارا مارا پھرتا رہتا ہوں اور اس طرف سے مجھے طمانیت نہیں ملتی، سدا ایک ملک سے دوسرے ملک کا قصد کرتا رہتا ہوں۔ میرے تارے نحوست میں ہوتے ہیں، لیکن میری ہمت سعادت میں رہتی ہے۔[۱۴]

وہ اسی طور سے ادھر اُدھر پھرتا رہا تا آنکہ سیف الدولہ کی طرف سے انطاکیہ میں مقرر کیے ہوئے گورنر ابوالعشائر سے اس کا تعلق ہوگیا، اس نے اس کی مدح بھی کی، چنانچہ گورنر نے اس کی عزت افزائی کی، اسے سیف الدولہ کے حضور پیش کیا، اس کے سامنے متنبّی اور اس کے شعر و ادب کی صلاحیتوں کا تعارف کرایا اور کا بلند مقام بتایا، چنانچہ حاکم نے اسے اپنے مقربین میں شامل کرلیا اور اس کا بڑا احترام کیا۔[۱۵]

اسے جنگ اور شہسواری کی تربیت کے لئے متعلقہ ماہرین فن کے پاس بھیجا، تاکہ وہ امن و جنگ میں اسے اپنے ہی ساتھ رکھے اور کسی قوّت بھی جدا نہ کرے۔ ساتھ ہی اسے خوب آسودہ اور مالا مال کردیا، حتیٰ کہ وہ خود کہتا ہے:

تركت السرى خلفی لمن قل ماله

والعلت افراسی بنعماك عسجدا

وقيدت نفسی فی هواك محبه

ومن وجد الاحسان قيد تقيدا

میں نے راتوں کا سفر اپنے پیچھے ان لوگوں کے لئے چھوڑ دیا، جن کے پاس مال کی کمی ہے اور میں نے تیرے انعامات و احسانات کی وجہ سے اپنے گھوڑوں کو سونے کی نعلیں لگوالیں اور میں نے تیرے لطف و کرم کی وجہ سے اپنے آپ کو تیری محبت میں

محصور و مقید کر دیا اور جو بھی احسان کو بیڑی کی صورت میں پاتا ہے وہ قید ہو جاتا ہے۔[۱۶]

تاریخ بغداد میں خطیب بغدادی نے التنوخی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ابن خالویہ النحوی نے ایک دن سیف الدولة کی مجلس میں متنبّی سے کہا کہ کوئی جاہل شخص ہی اس بات سے خوش اور راضی ہوسکتا ہے کہ اسے متنبّی کہہ کر بلایا جائے کیونکہ متنبی کے معنی ہیں جھوٹا اور جو شخص اس بات پر راضی ہو کہ اسے جھوٹا کہہ کر بلایا جائے تو وہ جاہل ہے۔ متنبّی نے جواب دیا کہ میں اس بات سے راضی اور خوش نہیں کہ مجھے متنبی کہہ کر بلایا جائے مجھے دراصل وہ لوگ اس نام سے بلاتے ہیں جو میری حیثیت گھٹانا چاہتے ہیں اور میں ان کو اس بات سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتا التنوخی کہتا ہے کہ میرے والد نے کہا کہ میں نے متنبّی سے سن 354ھ میں اہواز شہر میں اس بارے میں پوچھا کیونکہ میں اس کی زبان سے سننا چاہتا تھا کہ آیا اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا یا نہیں؟ تو اس نے جو مجھے جواب دیا وہ مغالطے میں ڈالنے والا اور گول مول تھا۔[۱۷]

دیوان متنبّی کے شارح عبدالرحمٰن البرقوقی نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ متنبّی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ دراصل مخالفین اور حاسدین نے اس کی طرف غلط منسوب کیا ہے اس کے چند اشعار کی وجہ سے جو اس نے کہے اور حکمرانوں کے خلاف خروج کرنے کی وجہ سے اس کے ساتھ یہ لقب ملصق کر دیا گیا۔[۱۸]

دوسرا قول یہ ہے کہ ابوالطیب متنبّی، اسماعیلی اور قرامطی داعی تھا اور اسماعیلیوں کا ہر داعی نبی ہوتا ہے اسی حوالے سے ابوالطیب متنبّی کے لقب سے ملقب ہے۔ ابوالطیب کا یہ عقیدہ اس کے دیوان سے واضح اور مترشح ہے۔[۱۹]

متنبّی کی پیدائش کوفہ کے ایک گاؤں کندہ میں ۳۰۳ء میں ہوئی۔ بچپن کا ابتدائی زمانہ یہیں بسر ہوا۔ اس کا والد ایک معمولی سا سقہ تھا جو محلّہ والوں کے گھروں میں پانی بھرتا تھا، اس کا نام ہی عبدان سقہ مشہور ہو گیا تھا۔ متنبّی سے جب بھی کسی نے اس کی نسب و خاندان کا پوچھا تو اس نے مبہم اور ٹالنے والا ہی جواب دیا اور کبھی نہیں بتایا کہ میرا کس خاندان اور قبیلے سے تعلق ہے۔[۲۰]

متنبّی کی ذہانت و فطانت:

متنبّی بچپن سے بہت ذہین و فطین تھا، کم عمری ہی میں شام چلا گیا اور عمر کا ابتدائی حصہ وہاں کی علمی اور ادبی فضا میں گزارا، سن شعور کو پہنچنے کے بعد مشہور اساتذہ فن سے ملاقاتیں کیں اور ان سے استفادہ کیا، السکری ،نفطویہ، ابن دستویہ، ابوبکر محمد ابن درید اور ابوعلی فارسی جو اپنے فن کے استاد اور اپنے زمانہ کے امام تھے ان سب سے تعلقات ہی نہیں رہے۔ اور استفادہ ہی نہیں کیا بلکہ ان کو اپنی صلاحیت و قابلیت سے متاثر بھی کرتا رہا۔

امام فن ابوعلی فارسی کا بیان ہے کہ میں نے اس سے ایک دن امتحاناً پوچھا کہ عربی میں فعلی کے وزن پر کتنی جمعیں آتی ہیں تو متنبّی نے بلا تامل کہا کہ حجلیٰ اور ظربیٰ بات ختم ہو گئی۔

ابوعلی فارسی کہتے ہیں کہ اس گفتگو کے وقت سے میں نے تین دن اور تین راتیں مسلسل لغت کی کتابوں کو چھانا کہ ان دو جمعوں کے علاوہ تیسرے جمع تلاش کرلوں مگر میں ناکام رہا اور متنبی نے جتنی بات کہہ دی تھی وہ پتھر کی لکیر بن گئی۔[۲۱]

اس کی ذہانت و فطانت اور سرعت حفظ کے حیرت ناک اور تعجب خیز واقعات بیان کئے جاتے ہیں، لیکن ان واقعات کو بیان کرنے والے مشاہیر علم وفن ہیں، اس لئے اس کو تسلیم کئے بغیر چارہ بھی نہیں، اس دور کے شعراء میں اس کو ممتاز اور نمایاں مقام حاصل تھا۔

متنبّی نے شاعری اور فلسفہ کو ایک دوسرے سے ہم آہنگ کیا اور اپنی بیشتر توجہ معنی پر صرف کی، نیز شاعری کو ان بندشوں سے رہائی دی جن میں ابوتمام اور اس کے ہم نواؤں نے قید کر دیا تھا۔ اس نے عربی شاعری کو مخصوص قدیم عربی سے نکالا، یہی شخص عربی شاعری میں رومانی طرز انشاء کا قائد ہے۔ اس نے اپنی شاعری میں حکم وامثال کو جگہ دی، جنگ کے وصف میں جدت طرازی، عرب کی دیہاتی عورتوں سے تشبیہ، حسن تشبیہ، ایک شعر میں دوضرب الامثال لے آنا، حسن گریز، مدیح کا انوکھا انداز، اس کی شاعری کی خصوصیات ہیں اور سب سے زیادہ جو چیز متنبی کو نمایاں اور ممتاز کرتی ہے وہ ہے شاعری، خود اعتمادی اور لوگوں کے مشاغل، دکھی خواہشات و جذبات حقائق کائنات اور مقاصد حیات کی صحیح عکاسی اور پوری ترجمانی۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن کی وجہ سے اس کی شاعری ہر زمانہ کے ادیب کے لئے مددگار اور خطیب کے لئے معاون بنی رہی۔

بہرکیف اس میں کوئی شک نہیں کہ متنبی شعرو شاعری میں بڑا خوش قسمت تھا۔ جس کی فصاحت و بلاغت، زبان کی سلاست، انداز بیان کی دل کشی، مضامین کی بے ساختگی، معانی کی عمدگی مسلمات میں سے ہیں۔

شیریں استعارات وتمکین تشبیہات اور محاسن کلام میں متنبّی کا وہ مقام ہے کہ دوسرے شعراء کو نصیب ہی نہیں بلکہ بعض صنعتوں کا تو موجد ہی متنبّی ہے۔

کبھی کبھی متنبّی کی شاعری میں مضمون ومعنی ارق اور اسے سمجھنا دشوار ہوجاتا ہے۔ الفاظ سے بے توجہی کی بنا پر اس کی عبارت میں خامیاں پیدا ہوجاتی ہیں مثلاً بھونڈے الفاظ معنوی تعقید، غریب و نامانوس الفاظ کا استعمال، مطلع بے ڈول، قیاس کی مخالف، شاعری کے مضمون میں تفاوت، مبالغہ میں حد سے تجاوز کرکے اسے ناممکن حد تک پہنچا دینا، مثلاً [۲۲]

ولاالضعف حتی یبلغ الضعف ضعفہ

ولاضعف ضعف الضعف بل مثلہ الف [۲۳]

یا جیسے اس کا شعر ہے:

انی یکون ابا البرایا ادم

وابوك والثقلان انت محمد [۲۴]

کہنا یہ چاہتا ہے کہ انی یکون آدم ابا البرایا وابوک محمد وانت الثقلان یعنی آدم کیونکر انسانوں کا جداعلی ہوسکتا ہے۔ حالاں کہ آپ کا باپ محمد ہے اور آپ ثقلان ہیں۔ یا جیسے ایک جگہ وہ کہتا ہے:

لو لم تكن من ذا الورى الذمنك هو
عقمت بمولد نسلها حواء [۲۵]

یعنی اے ممدوح اس دنیا میں، جس کا وجود ہی تیری ذات سے ہے اگر تو نہ ہوتا تو مائی حوا بانجھ ہوجاتیں اور ان کے کوئی اولاد نہ ہوتی۔ [۲۶]

زمانہ کا شکورہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

لم یترك الدهر من قلبی ولا كبدی   شیئاً تتیمه عین ولاجید
یا ساقیی اخمر فی كؤو سكما   ام فی كؤو سكما هم وتسهید؟
اصخرة انا؟ مالی لاتغیرنی   هذی المدام ولاتلك ا ?نا شید
اذا اردت كمیت الخمر صاقیة   وجدتها وحبیب النفس مفقود
ماذا لقیت من الدنیا واعجیها   انی بما نا باك منه محسود [۲۷]

زمانہ نے میرے دل وجگر میں ایسی چیز باقی نہیں چھوڑی جسے (معشوق کی) نگاہ یا گردن مسحور کرسکے۔ ساقیا ! تمہارے جام میں شراب ہے یا اس میں غم وفکر اور بے خوابی ہی بھری ہے؟ کیا میں پتھر ہوں؟ آخر کیا ہے کہ یہ شراب اور یہ نغمے مجھ میں تغیر پیدا نہیں کرتے؟ جب میں ارغوانی صاف شراب کی تمنا کرتا ہوں تو وہ مجھے مل جاتی ہے، مگر دوسری طرف (اس کا جوڑ) محبوب مقصود ہوتا ہے۔ مجھے اس دنیا سے ملا ہی کیا ہے؟ لیکن سب سے زیادہ حیرت وتعجب کی بات تو یہ ہے کہ وہ کچھ جو مجھے ملا ہے اس میں تو نالاں اور بیزار ہوں، لیکن لوگ ہیں کہ میری اس حالت پر بھی مجھ سے حسد کرتے ہیں۔[۲۸] فلسفیانہ شاعری کرتے ہوئے کہتا ہے:

نحن بنو الموت فما بالنا   نعاف مالا بد من شربه
تبخل ایدینا بارواحنا   علی زمان هن من كسبه
فهذه ارواح من جوه   وهذه اجسام من تربه
لو فكر العاشق فی منتهی   حسن الذی یسبیه لم یسبه
لم یرقن الشمس فی شرقه   فشكت الأنفس فی عربه
یموت راعی الضان فی   جهله موتة جالینوس فی طبه
وربما زاد علی عمره   وزارد فی من علی سربه
وغایة المفرط فی سلمه   كمایة المفرط فی حربه [۲۹]

ہم موت کے بیٹے ہیں (یعنی اس کے تابع ہیں) پھر آخر کیا سبب ہے کہ ہم اس چیز کو پینے سے گریز کرتے ہیں جس سے کوئی مفر ہی نہیں ہے؟ ہمارے ہاتھ زمانہ کو اپنی روحیں دینے میں بخل کرتے ہیں حالاں کہ ہماری روحیں زمانہ کی کمائی ہیں یہ روحیں تو زمانہ کی فضا سے آتی ہیں اور یہ اجسام اسی زمانہ کی مٹی سے پیدا ہوتے ہیں اگر عاشق کبھی اس حسن کے انجام پر غور کرلے جس نے اس بے داموں خرید لیا ہے تو وہ کبھی اس طرح بے خود نہ ہوجاتا۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ جب سورج طلوع ہوتا نظر آئے تو کسی کو اس کے غروب ہونے میں شک ہوا ہو۔ بھیڑ بکریوں کو چرانے والا اپنی لاعلمی وجہالت کے باوجود اسی طرح موت سے ہمکنار ہوتا ہے جس طرح جالینوس اپنی تمام طبی معلومات کے باوجود مرگیا۔ بلکہ کبھی ایسا ہوجاتا ہے کہ وہ کچھ زیادہ زندہ رہتا ہے۔ اور اپنے گھر بار کو زیادہ عافیت رکھتا ہے۔ اپنی حفاظت و احتیاط میں انتہائی کوشش کرنے والے کا بھی وہی انجام ہوتا ہے جو اپنے آپ کو بے دھڑک جنگ میں ڈال لینے والے کا۔[۳۰]

نـصيبك فـي حيـاتك مـن حبيـب

نـصيبك فـي مـنـامك مـن خيـال

رمـانـي الـدهـر بـلأ رزاء حتـي

فـؤادي فـي غشـاء مـن نبـال

فـصـرت اذا صـابتـنـي سهـام

تـكسـرت الـنـصـال علـى الـنصـال

فهـان فـمـا أُبـالـي بـالـرزايـا

لأنـي مـا انتـفـعـت بـن أُبـالـي[۳۱]

تمہاری زندگی میں تمہیں محبوب سے جو حصہ ملتا ہے وہ ایسا ہے جیسے خواب میں خیال سے معاملہ۔ مجھ پر زمانہ نے اس قدر آفتیں ڈہائی ہیں کہ میرا دل تیروں سے اٹا پڑا ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ جب مجھے تیر لگتے ہیں تو گویا وہ تیر تیروں پر ہی لگ کر ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور اب مشکلات میرے لئے آسان ہوگئیں کہ میں ان کو درخور اعتناء نہیں سمجھتا، اس لیے کہ میں نے ان کی پروا کرکے ان سے کوئی فائدہ بھی نہیں اُٹھایا۔[۳۲]

متنبّی نہایت مغرور اور خود بین تھا۔ اپنی سخن گوئی کے سامنے بڑے سے بڑے کامل الفن شاعر کو بھی کچھ نہیں سمجھتا تھا لیکن اس کے باوجود مردم شناس اور اہل فضل کا قدردان بھی تھا۔ چنانچہ وہ ابن عبدربہ کی فصاحت و بلاغت شعر کا صدق دل سے معترف تھا۔ حتی کہ جب اس سے اندلس کا کوئی شخص ملتا تو وہ فرمائش کرکے ابن عبدربہ کا کلام سنتا تھا۔[۳۳]

مدحیہ شاعری کی ساری عمارت مبالغہ آرائی کی اینٹوں سے تعمیر ہوتی ہے۔ اگر قصائد مدحیہ سے مبالغہ کو نکال دیا جائے تو

شاعری کا سارا رنگ و روغن اڑ جائے گا۔ قصیدہ مدحیہ کے جسم میں مبالغہ آرائی کا خون اگر رواں دواں ہے تو اس کے خدوخال میں آب و تاب اور تازگی و شادابی باقی ہے اور اگر اس سے مبالغہ کا عنصر جدا ہوجائے تو قصیدہ بے روح سے زیادہ کچھ نہیں رہ جاتا۔ عربی شاعری میں قصیدہ نگاروں کے ممدوح کے کچھ مخصوص اوصاف ہیں جن کو مرکزی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ شجاعت و مردانگی، فیاضی وسخاوت، تدبر وفراست، زندگی کے یہی تین پہلو ہیں جن کو طرح طرح سے بیان کیا جاتا ہے۔ ان کو مبالغوں کے پر لگا کر ثریا تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ متنبّی بلامبالغہ اس صنف سخن کا بادشاہ ہے۔ اس سے زندگی کی ہر ہر پہلو میں مبالغہ آرائی کے وہ کرشمہ دکھائے ہیں اس کی قوت تخیل کی داد دیے بغیر نہیں رہا جاتا۔

ممدوح کی زندگی میں دو صفتیں ہیں اور دونوں متضاد ہیں۔ لیکن ایک بادشاہ کے لئے دونوں میں امتزاج اور توازن ضروری ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ خوش اخلاق اور شیریں زبان ہے۔ اس کی باتوں میں، اس کی گفتگو میں حلاوت ہو جو دوسروں کے دل کو موہ لے اور جو بھی اس سے ملے اس کی تعریف میں دشمنی کا اظہار کرےتو اس کا جواب بھی اتنی ہی تلخی سے دیا جائے تاکہ اس کی جرأت نہ بڑھ سکے، اگر کوئی والی و حاکم صرف رحم و مروت ہی کا پیکر بن جائے تو اس کی حکومت چند دن بھی نہیں چل سکتی اور سراپا غضب بن جائے تو دل سے کوئی اس کا بہی خواہ نہیں رہے گا، اور نہ دلوں میں قدر ومنزلت ہوگی، اور نہ کوئی اس کی حکومت کا دل سے وفادار ہوگا۔ اس لئے ایک بادشاہ کی زندگی میں دونوں وصفوں کا توازن کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ متنبی کے ممدوح میں بھی یہ دونوں وصف ہیں۔ وہ فطرتاً نہایت شیریں اخلاق ہے، لیکن جب اس کو غصہ آجائے تو یہ فطرت ایک دم بدل جاتی ہے اور اس کی شیرینی ایسی تلخی میں بدل جاتی ہے کہ اس تلخی کا ایک قطرہ بھی سمندر میں ٹپک جائے تو وہ اتنا کڑوا اور تلخ ہوجائے کہ زبان پر نہ رکھا جاسکے۔ شیرنی اور تلخی کا تقابل وہ پھر ایک غیر مادی شے کو مادی شکل قرار دے کر اس کی تلخی جو اس کے ایک قطرے میں ہے جس کے پورے سمندر میں ٹپک جانے سے وہ کڑواہٹ پیدا ہوجائے کہ پورا سمندر را اتنا تلخ ہوجائے کہ زبان پر اس کا پانی نہ رکھا جاسکے۔ پھر یہ ایک قطرہ جس مجموعے سے نکل کر آیا ہے اس ذخیرہ کی کڑاوہٹ کا کیا عالم ہوگا یہ سوچا نہیں جاسکتا۔ ممدوح کی حکومت کا نظم ونسق اتنا مستحکم ہے کہ اس کی حدود حکومت میں اس کی مرضی کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا، یہاں تک کہ آسمانی سیاروں پر بھی اس کا حکم چلتا ہے۔

ممدوح کی حکومت میں جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کو ممدوح کے چشم و آبرو کے اشارے پر چلنا پڑتا ہے، اس کی مرضی کے بغیر نہ آگے بڑھ سکتا ہے اور نہ اپنی جگہ سے جنبش کرسکتا ہے۔ اگر وہ غروب ہونا چاہتا ہے تو اسے پہلے ممدوح سے اجازت لینی پڑتی ہے اور ممدوح کی اجازت کے بعد ہی وہ غروب ہوسکتا ہے، اس کی حکومت ہواؤں پر بھی ہے اگر ہوا اس کے دائرۂ حکومت میں قدم رکھتی ہے تو آہستگی سے قدم رکھتی ہے۔ دوسرے شہروں میں ہوا چاہے جیسی چلتی ہو لیکن جب ممدوح کی حکومت میں داخل ہوگئی تو اس اس کو سیدھے رخ پر ترتیب اور سلیقے ہی سے چلنا پڑتا ہے۔ اس کی مجال نہیں کہ وہ اپنا رخ دائیں بائیں موڑ سکے۔ جیسا کہ وہ دوسرے شہروں میں کرتی آتی ہے۔

جس کسی آدمی کے ہاتھ سے کوئی چیز زبردستی چھین لی جاتی ہے تو جب تک وہ چیز اس کی نگاہوں کے سامنے رہتی ہے اسے حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ اس کو وہ اپنی چیز سمجھتا ہے اور اسے اسی نگاہ سے دیکھتا ہے جیسے کسی شخص نے ستاروں کو اس کے ہاتھوں سے چھین کر آسمان پر رکھ دیا ہے، چونکہ اس کا مال ہے اس لئے اس کو واپس لینے کے ارادے سے اس کی طرف دیکھتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس بلندی پر جا کر آسمان سے ان ستاروں کو چھین سکتا ہوں۔[۳۴]

حوالہ جات

۱۔ تاریخ الادب العربی ص 45

۲۔ الجامع فی تاریخ الادب العربی ج 1ص 786

۳۔ شرح البرقوقی ج 1ص -20وفیات الاعیان ج 1ص 102

۴۔ تاریخ بغداد ج 4ص -102وفیات الاعیان ج 1ص -102الوافی بالوفیات ج 6ص 336

۵۔ شرح البرقوقی ج 1ص 20

۶۔ الکشف عن مساوی ءشعر المتنبی، بن عباد الصاحب ابی القاسم، مکتبۃ النضۃ بغداد الطبعۃ الاولی 1965ء

۷۔ یتیمہ الدہر فی محاسن اہل العصر، الثعالبی ابی المنصور، الطبعۃ الثانیۃ دارالکتب العلمیۃ بیروت، 1983ء

۸۔ ابوالطیب المتنبی دراسۃ نحویۃ ولغویۃ، للدکتور محمد عزت عبدالموجود ص 212، طباعۃ القاہرہ مصر 1981ء

۹۔ دیوان ابی الطیب المتنبی للدکتور عبدالوہاب عزام، ص 162، منشورات دار الشریف الرضی 1990ء

۱۰۔ ترجمۃ: عبدالرحمن طاہر سورتی، تاریخ الادب العربی، الزیات احمد حسن، ص 406 ص 413، ط 1961ء

۱۱۔ وفیات الاعیان ج 1ص -103 تاریخ بغداد ج 4ص -104الوافی بالوفیات ج 6ص 336

۱۲۔ ابوالطیب المتنبی لمحمد کمال حلمی بک، ط مکتبۃ سعد الدین 1988ء

۱۳۔ دیوان ابی الطیب المتنبی للدکتور عبدالوہاب عزام، ص 162، منشورات دار الشریف الرضی 1990ء

۱۴۔ ترجمۃ: عبدالرحمن طاہر سورتی، تاریخ الادب العربی، الزیات احمد حسن، ص 406 ص 413، ط 1961ء

۱۵۔ تفسیر ابیات المعانی من شعر بی الطیب المتنبی، اختصار بی المرشد سلیمان بن علی المعری، تحقیق د۔ مجاہد محمود الصواف ود۔ محسن غیاض عجیل، ص 75، ط دار المامون للتراث ط 1994ء

۱۶۔ ترجمۃ: عبدالرحمن طاہر سورتی، تاریخ الادب العربی، الزیات احمد حسن

۱۷۔ شرح البرقوقی ج 1ص -30-26رسالۃ الغفران ص 286-285

۱۸۔ الجامع فی تاریخ الادب العربی ج 1ص 787-790، وص795، 797 ، 800 ، 802 ، 806 ، 807، 808 ، 811، 814، 816 ابوالطیب المتنبی ص 45، 50 ، 51 ، 52 ، 53 ، 54 ، 58 ، 62 ، 94 ، 95 ، 113 ، 123 ، 124، 126 ، 127 وغیر ذالک۔

۱۹۔ شرح البرقوقی ج 1 ص 22-20، ابوالطیب المتنبی ص 65، تاریخ بغداد ج 4ص 103

۲۰۔ وفیات الاعیان ج 1ص -102الوافی بالوفیات ج 6ص 337

۲۱۔ موازنۃ بین الحکمۃ فی شعر المتنبی والحکمۃ فی شعر بی العلاہ المعری للدکتور زہدی صبری، ص 28، طباعۃ منشرات دار صبری للنشر 1990ء

۲۲۔ دیوان ابی الطیب المتنبی للدکتور عبدالوہاب عزام، ص 162، منشورات دار الشریف الرضی 1990ء

۲۳۔ دیوان ابی الطیب المتنبی للدکتور عبدالوہاب عزام، ص 162، منشورات دار الشریف الرضی 1990ء

۲۴۔ ترجمۃ: عبدالرحمن طاہر سورتی، تاریخ الادب العربی، الزیات احمد حسن، ص 406 ص 413، ط 1961ء

۲۵۔ دیوان ابی الطیب المتنبی للدکتور عبدالوہاب عزام، ص 162، منشورات دار الشریف الرضی 1990ء

۲۶۔ ترجمۃ: عبدالرحمن طاہر سورتی، تاریخ الادب العربی، الزیات احمد حسن، ص 406 ص 413، ط 1961ء

۲۷۔ دیوان ابی الطیب المتنبی للدکتور عبدالوہاب عزام، ص 162، منشورات دار الشریف الرضی 1990ء

۲۸۔ ترجمۃ: عبدالرحمن طاہر سورتی، تاریخ الادب العربی، الزیات احمد حسن، ص 406 ص 413، ط 1961ء

۲۹۔ دیوان ابی الطیب المتنبی للدکتور عبدالوہاب عزام، ص 162، منشورات دار الشریف الرضی 1990ء

۳۰۔ ترجمۃ: عبدالرحمن طاہر سورتی، تاریخ الادب العربی، الزیات احمد حسن، ص 406 ص 413، ط 1961ء

۳۱۔ دیوان ابی الطیب المتنبی للدکتور عبدالوہاب عزام، ص 162، منشورات دار الشریف الرضی 1990ء

۳۲۔ ترجمۃ: عبدالرحمن طاہر سورتی، تاریخ الادب العربی، الزیات احمد حسن، ص 406 ص 413، ط 1961ء

۳۳۔ معجم الادباء ج 1،ص - 467العقد الفرید ج 1ص 10

۳۴۔ شرح البرقوقی ج 1،ص 300 - 288